باقیات فراہی

ایک نودریافت غیر مطبوعہ خط

شرف الدین اصلاحی

جولائی ۱۹۸۰ء کے فکرو نظر میں ہم نے مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے نائب ناظم احمد محمود صاحب کا عطا کردہ ایک خط اپنے حواشی اور تعلیقات کے ساتھ شائع کیا تھا ۔ گزشتہ دنوں ان کی عنایت سے ہمیں مولانا فراہی کا ایک اور نادر خط موصول ہوا جو اپنے مضمون کے اعتبار سے نسبتاً زیادہ اہم ہے۔ اس خط سے مولانا کی زندگی میں بعض نئی باتوں کا علم ہوتا ہے۔ میں احمد محمود صاحب کا ممنون ہوں جن کی کرم فرمائی سے مجھے یہ خط ملا ۔ اس خط کی دریافت کے علاوہ انہوں نے ڈاک سے اس کی ترسیل میں جو زحمت اٹھائی اس کی قدر میرے دل میں ہے ۔ ضیاع کے اندیشہ سے انہوں نے اصل بھیجنے کی بجائے عکسی نقل اور ایک ٹائپ شدہ کاپی بھیجنے کا اہتمام کیا ۔ عکس چونکہ اچھا نہیں آیا اس لئے اگر اس کے ساتھ ٹائپ کاپی نہ ہوتی تو بہت دشواری ہوتی ۔

عکس اور ٹائپ شدہ کاپی کی مدد سے یہ متن تیار کیا گیا ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ حتی الوسع متن کو اصل کے مطابق رکھا جائے ۔ اس خط کی اصل احمد محمود صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ ان کی بھیجی ہوئی فوٹو اسٹیٹ کاپی اور ٹائپ شدہ کاپی میرے پاس ہے۔ فوٹو اسٹیٹ کاپی کو شائع کرنے کا ارادہ تھا مگر وہ اس قدر خراب ہے کہ اس کی افادیت محل نظر معلوم ہوئی ۔ سند کے لئے خط کا سب سے اہم حصہ نام اور دستخط ہے مگر عکس میں یہ حصہ اس حد تک مسخ ہو گیا ہے کہ پہلے سے ذہن میں رکھ کر پڑھیں تو بھی پڑھا نہیں

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

جاتا ۔ اشاعت سے پہلے میں نے اس خط کو مولانا امین احسن اصلاحی کو دکھایا اور بعض نکتوں پر ان سے گفتگو بھی کی ۔ ان سے ملاقات اور گفتگو کے بعد میں اس خط کو بہ اطمینان تمام شائع کر سکتا ہوں۔

خـــــط کا متن

کراچی پریڈی روڈ ۔ ۲۲۳

مخدومی مکرمی زاد الطافہ

چون با حبیب نشینی و بادہ پیمائی

مـــدہ زیاد رفیقان بادہ پیمـــا را

السلام علیکم ۔ گرامی نامہ پاکر از حد ممنون و مسرور ہوا میں آجکل اوس مکان کا مکین ہوں جو صدر بازار میں ٹریموے ٹھہرنے کی جگہ کے بالکل قریب ایک ایرانی چائے فروش کی دوکان کے اوپر واقع ہے مگر دن بھر ڈیوٹی (؟) پر رہنا پڑتا ہے ۴ بجے وہاں سے آتا ہوں لہذا میری رائے میں آرسنل (؟) ہی کا پتہ زیادہ موزوں ہے اور نہیں تو اسی سٹرک پر ایک دوکان شرافت برادرس کے نام سے موسوم ہے۔ ایک خط آپ کا اس دوکان کے پتہ سے بھی بہت مدت ہوئی آ چکا ہے مکان پر خط بحفاظت ملنے کا یہ انتظام میں کرنا چاہتا ہوں کہ ایک لیٹر بکس محفوظ طریقہ سے مناسب جگہ پر رکھ دوں ڈاکیہ آئے تو اوسمیں خط پھینک کر چلا جائے اور یہ ضرور کرنا پڑیگا ۔

یہ مکان بہت موقع پر اور ہر طرح سے آرام دہ ہے ۲۰ (۱) کرایہ اس کا بڑی سعی سے طے ہوا ہے(۲) فی الحال شام کے وقت چند کالج (۳) کے طلبا خانگی طور پر فارسی پڑھنے آتے ہیں گر خدا نے خیر رکھی تو یہاں سے الکاشف (۴) کو پھر زندہ کرنے کا ارادہ ہو رہا ہے مگر غالباً ۱۹۰۹ع (۵) میں اس کا کچھ ظہور ہو کیونکہ اوس سے اول اوس کتاب کا شائع ہونا ضروری ہے = برسانی صوفی

اور معرفت فروش شیخ اوسے دیکھہ کر گھبرائینگے تو بہت مگر سچ لکھنے اور سچ کہنے کے لئے کسی انسان کی باتوں کا خدشہ نہیں رکھنا چاہیے (۶) ۔

اس خط میں ایک نظم بعنوان سرود حقیقت (۷) ارسال خدمت ہے علیگڑھہ منتھلی کے ایڈیٹر صاحب کو دیدیجئے ۔ مگر ضائع نہ ہو کیونکہ میں ایک عرصہ سے نقل در نقل کرتے ہوئے تھک گیا ہوں کتاب ہی کو میں نے اب تک تین بار پورا لکھا ہے (۸) اب جو کچھہ ہے اوسمیں اگر تغیر کرنا پڑا تو سرخ سیاہی سے اونہیں اوراق پر کر دیا جائیگا ۔

ایک غزل فارسی جو پرسوں بیٹھے بیٹھے لکھی ہے آپ کی ضیافت طبع کے لئے پیشکش ہے ۔ اگر آپ کا جی چاہے تو اسے اردوئے معلے صاحب (۹) کو دیدیجئے اگر وہ چھاپ دینگے تو فبھا ورنہ خیر = علیگڑھہ آنے اور آپ سے ملنے کو جی چاھتا ہے مگر غالباً اگست ستمبر میں کچھہ رخصت لیکر کتاب کے انتظام کے لئے آؤں اور آپ سے بھی ملوں ۔ وہ زمانہ جو مجھے بھی اکثر یاد آتا ہے اور یاد رھیگا . . . .

حالات ناگفتنی ھیں مگر جو کچھہ ہوا بہت درست ہوا بجا ہوا اور بالکل ٹھیک ہوا ۔ آپ نے اوس آیت کا حوالہ نہ لکھا جو ایک مریدپرست پیر (۱۰) نے کاغذ پر لکھہ کر آپ کو دکھائی تھی ۔ اونکی تشریف آوری کا مقصد اور خاص سبب اور خصوصاً آپ سے ملنے کا باعث یقیناً آپ سمجھہ گئے ھونگے ۔ مگر (کذافی الاصل ۔ یہاں مگر بمعنی لیکن نہیں ہو سکتا ۔ بمعنی شاید ہو سکتا ہے مگر جملے میں گویا کی موجودگی کے بعد اس کی ضرورت نہیں ہے ۔) وہ آپ کو بھی گویا اپنے حلقہ ارادت میں لپیٹنا چاہتے تھے اور آیت کا لکھنا دکھانا یہی معنی تھا (کذافی الاصل) ۔ کیا ہے وہ پوری آیت وبتغو علیہ الوسیلۃ (کذافی الاصل) مجھے واللہ یہ پوری آیت معہ نشان سطر (کذافی الاصل ۔ سورہ کی جگہہ سطر لکھہ گئے ۔ یہ سہو قلم ہے) اور پارہ سب لکھئے اگر چہ اس پر اوس کتاب میں کچھہ لکھہ چکا ہوں مگر اس آیت کو دیکھہ کر اور بھی کسی‌قدرغورکرنے کاخیال ہے اورآپ بھی اپنی تحقیق سے مستفید فرمائیں = (۱۱) مگر

افسوس یہ لوگ کس قدر جاهل هیں تصوف اور عرفان الٰهی کو انهوں نے کیا سمجھ لیا ہے اس نظم(۱۲) میں خیالات کا کچھ مجمل سا نقشہ کھینچا ہے ایک نظم دیر و حرم(۱۳) بھی لکھی تھی جو ایک دوسرے شخص کو روانہ کی گئی ہے= مجھے امید ہے کہ آپ جواب لکھنے اور نیـــــازمنـــــد کی گذارشوں کا خیال رکھنے میں توقف اور تامل روا نہ رکھیں گے=معلوم ہوا کہ آپ کالج کے قریب یا اوس کے متعلقہ مکانات میں سے کسی ایک میں نہیں بلکہ شهر میں رهتے هیں بهر کیف عافیت اور صحت کی آرزو ہے= بچوں کو پیار کیجئے =عزیز زین العابدین بخیرہے سلام نیاز عرض کرتا ہے محمد امین صاحب کے مدرسہ میں دوسری جماعت میں پڑھتا ہے وهاں همنشین احباب کو خاکسار کا بھی (زائد ؟) سلام شوق عرض کر دیجئے ۔

حمیـــــد الدین

جهان دگر است والی غزل(۱۴) میں آپ نے نام کے ساتھ تخلص بھی بدل دیا میں نے بھی چاها کہ آپ کے ساتھ ساتھ رهوں فراهی کے ساتھ راهی بنوں مگر ابھی تک یہ تخلص کچھ جچا نہیں آپ کوئی لکھ کر بھیجئے ۔

حمیـــــد

اس خط کا مخاطب کون ہے ، مولانا شبلی ، نواب حبیب الرحمن خان شروانی یا کوئی اور ، اس سلسلے میں بالفعل کوئی قطعی بات کہنا مشکل ہے۔ خط کے اندر قرائن اور شواهد موجود هیں مگر وہ اتنے واضح نہیں کہ محض ان کی بنیاد پر کوئی رائے قائم کی جا سکے ۔

اس خط میں بہت سے الفاظ اور حروف کا طرز املا اور علامات وقف لائق توجہ هیں ۔ اردو املا اور طرز تحریر کے ارتقاء کے مختلف مراحل کو سمجھنے میں اس سے مدد مل سکتی ہے۔ آجکل کے استعمالات کو مد نظر رکھیں تو اس خط میں چند باتیں جو قاری کو متوجہ کرتی هیں ان کی طرف اجمالاً اشارہ کیا جاتا ہے :

یائے معروف و مجہول کا استعمال
ہائے ہوز اور ہائے مخلوطی
دو لفظوں کو جوڑ کر لکھنا جیسے ,,اوس میں" کو ,,اوسمیں" ,,کرنے کا" کو ,,کرنیکا" وغیرہ ۔
علامات وقف کی مختلف شکلیں ۔خاص طور پر فل اسٹاپ کی جگہ اوپر نیچے دو ڈیش ۔ اسماء اور اعلام یا کسی فقرے کو امتیاز کے لئے خط کشیدہ کر دینا ۔ آج کل اس مقصد کے لئے انگریزی کے تتبع میں جو علامت استعمال کی جاتی ہے وہ دُہرے کاما سے بنتی ہے۔
اس کے علاوہ مندرجہ ذیل الفاظ کا استعمال بھی جلب توجہ کا باعث بنتا ہے۔

اوس	اس
ٹریموے	ٹرام وے
ٹہرنے	ٹھہرنے ۔ ٹھیرنے
پتہ	پتا
ڈاکیہ	ڈاکیا
طلبا	طلبہ
خانگی	پرائیویٹ ۔ نجی
سرخ سیاہی	سرخ روشنائی
اونہیں	انہی
پیشکش	پیش خدمت
توفبہا	فبہا
ـــــــ	مـــع
گذارشوں	گزارشوں

یہ خط جس زمانے میں تحریر کیا گیا ہے اسے ہم غالب کا دور کہہ سکتے ہیں ۔ زبان اور اسلوب ہی نہیں طرز املا تک میں غالب کا تتبع اس دور میں

عام نظر آتا ہے۔ حالی اورشبلی تک کےیہاں غالب کی پیروی کے نقوش ملتے ھیں۔ مولانا فراھی بھی اپنی اردو تحریوں میں انھی کے نقش قدم پر گامزن نظر آتے ھیں۔ اس خط کا تعلق مولانا کے ابتدائی دور سے ہے۔ ممکن ہے بعد میں انھوں نے اپنی علیحدہ طرز نکال لی ھو جو آج کل کی طرز سے زیادہ قریب ھو۔ یہ ایک مستقل موضوع ہے جس کے بارے میں کسی تفصیلی بحث کا یہ محل نہیں۔

****

حـــــواشـــی

۱ ۔ اصل خط میں بیس روپے رقم میں لکھے ھوئے ھیں ۔

۲ ۔ کراچی میں مولانا کا مشاھرہ سو روپے تھا ۔

۳ ۔ کالج سے مراد سندھ مدرسہ ہے جہاں مولانا استاد تھے یا کوئی اور تعلیمی ادارہ ؟

۴ ۔ الکاشف کا ذکر علیگڑھ کے پرانے ریکارڈ میں ملتا ہے۔ غالباً زمانہ طالب علمی میں مولانا بعض دوستوں کے ساتھ مل کر علیگڑھ سے اس نام کا رسالہ نکالتے تھے ۔

۵ ۔ یہ تاریخ بھی ایک عقدہ ہے جو ابھی تک لا ینحل ہے۔ خط پر کوئی تاریخ درج نہیں جو مولانا کی عادت کے خلاف ہے۔ اوپر پتے کے ساتھ جو عدد ہے وہ غالباً گھر کا نمبر ہے۔ ۱۸۹۶ سے ۱۹۰۶ء تک مولانا کراچی میں رھے ۔ اس لئے یہ خط ۱۹۰۶ء کے بعد کا تو ھو نہیں سکتا ۔ تین سال بعد کے پروگرام کا یوں ذکر اس سیاق و سباق میں قرین قیاس نہیں ۔

٦ ۔ نام نہاد صوفی اور شریعت بیزار تصوف کے خلاف مولانا کی یہ کتاب کہاں گئی۔ اس خط نے تلاش و تحقیق کا ایک نیا باب کھول دیا ہے۔ مکتوب الیہ کا جبتک قطعیت کے ساتھ تعین نہ ھو جائے اس خط کے بہت سے اشکالات رفع نہیں ھوں گے ۔ اس بیان میں ،،برساتی صوفی اور معرفت فروش شیخ،، کے فقرے بظاھر مولانا فراھی کی ثقاھت اور سنجیدگی مزاج سے مطابقت نہیں رکھتے تاھم یہ عذر پیش کیا جا سکتا ہے کہ اس کا تعلق اس دور سے ہے جب وہ ابھی مولانا نہیں ھوئے تھے ۔ علم اور تقوی کی وہ بزرگی ان میں پیدا نہیں ھوئی تھی جو عمر کے بعد کے حصہ میں نظر آتی ہے۔ بہر حال اس سے یہ معلوم ھوتا ہے کہ برائی کے خلاف آواز اٹھانے کا مومنانہ کردار مولانا میں اوائل عمر ھی سے موجود تھا جو فی زماننا بہت شاذ بلکہ معدوم ہے ۔ من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ . . . . الخ کے تقاضوں کو حتی المقدور انھوں نے پورا کرنے کی کوشش کی ۔

۷ ۔ یہ نظم مطبوعہ فارسی دیوان میں شامل نہیں ہے۔ اردو کلام ابھی تک کسی نے جمع نہیں کیا ۔ نہیں معلوم علیگڑھ منتھلی میں شائع ھوئی یا ضائع ھوئی ۔ میں نے علی گڑھ ایک دوست کو خط لکھا ہے کہ وہ اسے رسالے میں تلاش کریں ۔

۸ ۔ اندازہ کیجئے ابھی ایک قرن پہلے تک ہمارے اسلاف کو علمی مشاغل میں کتنی جاں کا ہی کرنی پڑتی تھی ۔ پوری پوری کتاب کو ایک بار نہیں تین تین بار ہاتھ سے نقل کرنا معمولی بات نہیں ۔

۹ ۔ یوں لگتا ہے کہ صاحب سے پہلے ,,کے ایڈیٹر،، کے الفاظ سہواً چھوٹ گئے ہیں ۔ اس سے پہلے کے پیرا میں ,,علی گڑھ منتھلی کے ایڈیٹر صاحب،، کے فقرہ سے اس کی شہادت ملتی ہے ۔

۱۰ ۔ ,,پیر پرست مرید،، کی ترکیب عام ہے ,,مرید پرست پیر،، کا فقرہ مولانا کی اختراع ہے جو جودت ذہن کا آئینہ دار ہونے کے ساتھ حقیقت نفس الامری کا عکاس ہے ۔

۱۱ ۔ یہاں تک عبارت کا لہجہ طنز و مزاح کا ہے ۔ اس میں مولانا نے مرید پرست پیر کا خاکہ اڑایا ہے ,,وبتغو علیہ الوسیلۃ،، پیر صاحب کے لکھے کی نقل ہے ۔ اسی لئے یہ ٹکڑا خط کشیدہ ہے ۔ پیر صاحب قرآن اور عربی سے اس قدر نابلد ہیں کہ صحیح آیت نقل کرنے سے قاصر ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ بڑے بڑے فضلاً ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہو جائیں ۔ یہ ٹکڑا سورہ مائدہ کی ۳۵ ویں آیت کا ہے جو یوں ہے ۔ ,,یآء یہاالّذین آمنوا اتقوا اللّٰہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ و جاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون ۔ پیر صاحب نے اپنی تحریر میں نہ جانے اور کیا کیا گل کھلائے ہوں گے ۔ اور اس درجے کی جہالت کے ساتھ ان پیران تسمہ پا کے ہاتھوں دین کا جو حشر ہو سکتا ہے اہل نظر سے پوشیدہ نہیں ۔ اس کے بعد جہاں سے سنجیدہ انداز اختیار کیا ہے مولانا کے لہجے میں تندی اور تلخی پیدا ہو گئی ہے ۔ ,,مگر افسوس یہ لوگ کس قدر جاہل ہیں تصوف اور عرفان الٰہی کو انہوں نے کیا سمجھ لیا ہے،، ۔ مولانا کوفی نفسہ تصوف اور عرفان الٰہی سے کد نہیں بلکہ ,,برساتی صوفی اور معرفت فروش شیخ،، سے ہے جو ان روحانی امور کو مال تجارت سمجھتے ہیں اور اس کی آڑ میں خلق خدا کا شکار کرتے ہیں اور ان کی یہ روش یقیناً لائق مذمت ہے ۔

۱۲ ۔ محولہ بالا نظم سرود حقیقت کی طرف اشارہ ہے ۔ تصوف اور صوفیہ کے متعلق مولانا کے خیالات جاننے کے لئے یہ نظم مفید ہو سکتی ہے ۔

۱۳ ۔ یہ نظم بھی مفقود الخبر ہے ۔ اس خط سے پہلی بار اس کے وجود کا علم ہوا ۔

۱۴ ۔ اسی قافیہ اور ردیف میں ۱۴ شعروں کی ایک غزل مولانا کی اپنی بھی ہے جو مطبوعہ فارسی دیوان میں موجود ہے جس کا مطلع ہے :

گــوہــر مقصد عشاق ز کانی دگر است
قبلہ حاجت مستاں ز جہانی دگر است

مگر اس خط میں جس غزل کا ذکر ہے وہ مولانا کی نہیں مکتوب الیہ کی ہے ۔ اگر مل جائے تو اس کی مدد سے مکتوب الیہ کا سراغ لگایا جا سکتا ہے ۔

ذیل میں اسعد محمود صاحب کے طویل خط سے بعض ضروری حصے بطور ضمیمہ درج کیے جاتے ہیں جو مولانا فراہی کے خط سے متعلق ہیں ۔

****